پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

احتساب

احتساب و احتساب و احتساب و احتساب
پھر وہی ہر پھر کے آجاتے ہیں چہرے سامنے
شومیٔ قسمت وہی بنتے ہیں میر کارواں!!
ان کے ڈیروں پر کھڑی ہوتی ہیں کتنی گاڑیاں
ہم ترستے ہیں یہاں نان شبینہ کے لئے!
قوم کو برباد کر دیتی ہیں ان کی شوخیاں
دشمنانِ ملک و ملت کون ہیں سب دیکھ لیں
جن چراغوں میں جلا ہے ہم غریبوں کا لہو!!

سو سوالوں کا یہی ہے ایک بس اپنا جواب
جس گھڑی بھی ملک میں ہوتا ہے اپنے انتخاب
حال سے بڑھ کر کہیں ماضی بھی جن کا ہے خراب
ہاتھ میں اپنے پکڑتے ہیں جو اُلٹی ہی کتاب
اور ان کے پاس دولت کا نہیں کوئی حساب
ہم غریب الناس رہتے ہیں سدا زیرِ عتاب
وقت آپہنچا ہے چہرے سے اٹھا دو اب نقاب
آج اُن سے ہم بھی لیں گے پائی پائی کا حساب

محسوسات

کچھ صومعی کو غم نہیں یوم حساب کا
انسان کے شعور کو بیدار کردیا
سب انبیاء میں میرے نبی کی ہے یہ مثال
آفاق کی حدوں سے بھی آگے نکل گیا
صدیق نے کچل دیئے منکر زکوۃ کے
طغیانی آگئی وہیں دریائے نیل میں
بنجر زمیں کو رشکِ گلستاں بناگیا
عثمان باحیا سے عقیدت کے ساتھ ساتھ
حسنین ہوں کہ حضرتِ حمزہ ہوں یا کہ حُر

سایہ ہے اس کے سر پہ رسالت مآب کا
احسان ہے سماج پہ ام الکتاب کا
صحرا میں جیسے پھول کِھلا ہو گلاب کا
دیکھو تو حوصلہ شہِ گردوں رکاب کا
یہ پہلا امتحان تھا شرعی نصاب کا
پہنچا جو خط اُسے عمر ابن الخطاب کا
کھل کر برسنا رحمتِ حق کے سحاب کا
خادم ہوں صدق دل سے علی ابو تراب کا
روشن ہے ان کے خوں سے ورق آفتاب کا

(حضرت صومعی کاشمیری، لاہور دسمبر ۱۹۹۶ء)